العصر ریسرچ جرنل
AL-ASR Research Journal
Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category "Y"
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: کلکم راعٍ کی روشنی میں مسئولیت فرد کے ابعاد و جہات

English: **Dimensions of Guardianship in the light of "Kullukum Raa'in**

Author Detail

Dr. Hafsa Nasreen
Assistant Professor
Department of Urdu Encyclopedia of Islam,
University of the Punjab, Lahore
Email: dr.hafsa105@gmail.com

How to cite:
Dr. Hafsa Nasreen. 2022. " کلکم راعٍ کی روشنی میں مسئولیت فرد کے ابعاد و جہات: Dimensions of Guardianship in the Light of "Kullukum Raa'in". AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/55.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

کلکم راعٍ کی روشنی میں مسئولیت فرد کے ابعاد وجہات

Dimensions of Guardianship in the light of “Kullukum Raa‘in

Dr. Hafsa Nasreen
Assistant Professor
Department of Urdu Encyclopedia of Islam,
University of the Punjab, Lahore
Email: dr.hafsa105@gmail.com

Abstract

Prophet Muhammad (PBUH) said “Surely! Everyone of you is a (shepherd) guardian and is responsible for his charges: The Imam (ruler) of the people is a guardian and is responsible for his subjects; a man is the guardian of his family (household) and is responsible for his subject; a woman is the guardian of her husband’s home and of his children and is responsible for them; and a slave of a man is a guardian of his master’s property and is responsible for it…”. Beside the aspects mentioned in the hadith, there are some other dimensions of subjects (رعية) for example our body (health), our time (life), our abilities, opportunities, atmosphere, environment etc. We are responsible for them and we are accountable for every thing Allah (swt) granted us. This paper deals with different dimensions of responsibility (مسئولية) in the light of Seerat un-Nabi.

Key Words: Accountability, responsibility, Guardianship, sphere of life.

ابتدائیہ:

قرآن و سنت میں جہاں فرد کی مسئولیت و ذمہ داری کا تذکرہ کیا گیا وہاں ایک خاص لفظ ”راع“ وارد ہوا ہے۔ مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِينَ هُم لِاَمَانٰتِهِم وَعَهدِهِم رَاعُونَ [1]

اسی طرح احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

ألاَ فَكلكم راعٍ و مسؤل عن رعيته۔ [2]

”خبر دار رہو تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا“

كلكم راعٍ و مسؤل [3]

”تم میں سے ہر شخص نگران اور جواب دہ ہے“

”تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔ امام نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا انسان اپنے گھر کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے

میں سوال ہو گا۔" اور عبد اللہؓ بن عمر فرماتے ہیں میرا خیال ہے آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا"۔[4]

ان اللہ سائل کل راع عما استرعاہ احفظ ام ضیّع[5]

"بے شک اللہ ہر نگران سے اس کے زیرِ نگرانی ہر شے سے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا"

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا"[6]۔ یہاں بطور مثال چند احادیث نقل کی گئی ہیں اس مفہوم کی متعدد حدیث کتب حایث میں موجود ہیں۔ جن کے عربی متن میں نگران اور محافظ کے لیے لفظ راعٍ ہی کا ورود ایک خاص معنویت کا حامل ہے۔ یہ "حافظ" سے زیادہ گہرائی و گیرائی رکھتا ہے۔ اس کے معنی یوں بیان کیے جاتے ہیں:

الراعی من یحفظ لماشیہ ویرعاھا۔ الراعی کل من وَلِیِ امرا بالحفظ والسیاسۃ، کالملک والامیر والحاکم راعاہ: راقبہ، راعی الامر راقب مصیرہ و نظر فی عواقبہ۔[7]

یہ معنی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی رعیت کی موجودہ حالت پر بھی نظر رہے اور اس کے مستقبل پر۔ گویا اس کے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی، خطرات کا سدِباب۔

اس مفہوم کی وسعت کے پیشِ نظر لفظ راعی گڈریے، چرواہے، گلّہ بان کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہمہ وقت چوکس، چوکنا اور ہوشیار رہ کر اپنے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے ہانک ہانک کر اپنے صحیح راستے اور درست مقام تک محدود رکھتا ہے۔ منتشر نہیں ہونے دیتا۔ کھونے نہیں دیتا، بھٹکنے نہیں دیتا۔

واصل الرعی حفظ الحیوان اما بغدائہ الحافظ لحیاتہ أو یذب العدو عنہ۔۔۔[8]

راعی ہونا یا گلّہ بانی بہت ذمہ داری اور بیدار مغزی کی متقضی ہوتی ہے یہ انسان کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انسان کو بیدار اور ہوشیار رہنا بھی سکھاتی ہے اور صبر و تحمل سے معاملات کی انجام دہی بھی۔ غالباً اسی سبب سے تمام انبیائے کرام کو بچپن میں اس عمل سے گزارا گیا۔ تاہم عمومی مشاہدے کے مطابق ہم نے من حیث القوم قرآن و سنت میں اس لفظ کے ورود کو بہت محدود سطح پر دیکھا سمجھا ہے اس کے وسیع تر اطلاقات کو نظر انداز کر دیا ہے الاماشاء اللہ۔ ہم عموماً اس سے یہی مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ انسان اپنے گھر والوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی بابت جوابدہ ہے۔ حاکم اپنی رعایا کے حوالے سے جوابدہ ہے۔ ہر کوئی اپنے ماتحتوں کے بارے جوابدہ ہے۔ اس "ماتحتی" میں فرد کے تمام متعلقین، رشتے ناطے، دوست احباب، ہمسائے، عزیز و اقارب شامل ہیں یعنی حقوق العباد کی ادائی۔ اس کی اہمیت و ضرورت بالکل محتاج بیان نہیں۔ نصوص میں موجود ترتیب و ترغیب اور اسلاف کے اقوال و اسوہ اتنے کافی و شافی ہیں کہ اس پر قلم اٹھانے کی چنداں احتیاج نہیں۔ لیکن اس "ماتحتی" کے دائرے میں اور کیا کچھ شامل ہے۔ یہ کس کس امر کو محیط ہے جس کا اشارہ اللہ رب العزت نے "لامانا تھم و عھدھم" میں دیا ہے۔ اس کا ہم وسیع تناظر میں ادراک ہی نہیں کر پاتے یہ ہمارے انفرادی و اجتماعی زوال و اضمحلال اور مسائل و مصائب کے اساسی اسباب میں سے ایک ہے۔ مقالہ ھٰذا میں آیات و احادیث کی روشنی میں راعٍ کے معنی و مفہوم اور مذکورہ بالا اطلاقات کے علاوہ اس کے، ابعاد وجہات کا جائزہ لیا گیا ہے نیز وسیع تر تناظر میں

یہ دیکھنے کی سعی کی گئی ہے کہ مسلمان کی رعیت میں کیا کیا چیز شامل ہے اور وہ کس حد تک اس کی بابت مسئول و ذمہ دار ہے۔ بالفاظ دیگر کون کون سی امانات اسے سونپی گئی ہیں اور اسے "راعٍ" کے طور پر ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔

حصہ اوّل: "راعٍ" کے ابعاد وجہات اور مقتضیات:

راع کا معنیٰ و مفہوم کچھ یوں ہے:

الرَّعْیُ کے معنی چارے کے ہیں اور راعی کے معنی چرواہے یا مویشیوں کے نگہبان کے ہیں۔ جو جانور کی زندگی کا تحفظ یقینی بناتا ہے اسے غذا فراہم کر کے اور اسے دشمن سے محفوظ رکھ کے۔ الرعیۃ کے معنی ہیں چرنے والا جانور، قوم، کسی حاکم کے ماتحت عام لوگ۔ اسی سے لفظ رعایا یعنی تابع فرمان لوگ ہے[9]۔ اس کی جامع ترین تعریف سطور بالا میں نقل کی گئی ہے یعنی "انسان کا اپنے کام / اپنے امور کی کڑی نگرانی کرنا اور اس امر پر بھی نظر رکھنا کہ اس کا انجام کیا ہوگا"[10]۔ یعنی اپنے معاملات، اپنے اعمال و افعال کے حال اور ان کے مستقبل پر نظر رکھنا۔

قرآن کریم میں "ر ع ی" کے مشتقات کئی مقامات پر وارد ہوئے ہیں مثلاً

كُلُوا وَارْعَوا اَنعَامَكُم[11]

(خود بھی) کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ

اَخرَجَ مِنهَا مَآئَهَا وَمَرعٰهَا[12]

اسی [رب] نے اس میں اس کا پانی نکالا اور چارہ اُگایا

وَالَّذِیٓ اَخرَجَ المَرعٰی[13]

وہ جس نے چارہ اُگایا

نگرانی و حفاظت کے مفہوم میں یوں استعمال ہوا:

فَمَا رَعَوهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا....[14]

انھوں [نصاریٰ] نے اس [رہبانیت] کی ویسی نگہبانی نہ کی جیسے کہ اس کا حق تھا"

اگر چرواہے کے عمل گلّہ بانی کو بچشم تصور ملاحظہ کیا جائے تو جو منظر سامنے آتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ چرواہا اپنے ریوڑ یعنی اپنی رعیت کو ایسی چراگاہ میں لے جا کر چرا رہا ہے جو سرسبز ہے اور جس میں غذا یعنی ان کی بنیادی ضرورت کی تکمیل یقینی ہے۔ پھر وہ انھیں گمراہ ہونے بھٹکنے اپنے راستے سے ہٹنے سے روک کے رکھتا ہے۔ نیز کسی حملہ آور سے انھیں بچا کے رکھتا ہے۔ گویا ان پر مسلسل عقابی نظر لگا کے رکھتا ہے۔ اس میں سستی و کوتاہی سے کام نہیں لیتا لغوی تعریف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فرمانِ رسول اکرمؐ کی ترجمانی کی جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم میں سے ہر ایک گویا چرواہا ہے جسے خود کو تفویض کردہ امور اور ذمہ داریوں کو نہایت حزم و احتیاط اور دانائی و ہوشیاری سے حال اور مستقبل کے مقتضیات کے مطابق انجام دینا لازم ہے۔ گویا "راع" کے ذمے حفاظت (guardianship) اور پیش اقدامی (Proactivity) دونوں ہیں۔ سو یہ جاننا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کس کس چیز کا نگران اور اس کی بابت مسئول ہے۔ اس کا اجمالی تذکرہ تو حدیث شریف میں مل جاتا ہے مثلاً انسان اپنے گھر کا نگران، عورت شوہر کے گھر کی نگران، حاکم رعایا کا نگران

لیکن کیا نگرانی کا دائرہ بس یہیں تک ہے یا اس سے زیادہ وسعت کا حامل ہے؟ اس سوال کا جواب متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث سے ملتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ [15]

"وہ لوگ جو امانتوں اور اپنے وعدوں کے نگران ہیں"

گویا نگرانی کرنا ہوگی امانتوں کی اور اپنے وعدوں کی۔ امانت کا لفظ جامع ہے ان تمام امانتوں کے لیے جو خداوند عالم نے یا معاشرے یا افراد نے کسی شخص کے سپرد کی ہوں اور عہد وپیمان میں وہ سارے معاہدات داخل ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان، یا انسان اور انسان کے درمیان یا قوم اور قوم کے درمیان استوار کیے گئے ہوں[16]۔ مفسرین کے مطابق یہاں صیغہ جمع اس لیے لایا گیا تاکہ امانت کی سب قسموں کو شامل ہو جائے خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانات تمام شرعی فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام مکروہات و محرمات سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد میں مالی اعانت، راز کی بات، سپرد کیا گیا کام، وقت ملازمت کو اسی کام میں لگانا، امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادا کرنا[17]۔ سو امانات اور عہد میں انسان کے دین و دنیا کے جملہ پہلو وعدے وغیرہ شامل ہیں۔ اس کی غایت یہ ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کو قائم و برقرار رکھا جائے[18]۔ خازن لکھتے ہیں: امانات میں اعضاء و قویٰ.... ہر شے جو انسان کو سونپی گئی ہے، شامل ہے۔ مثلاً مال، تکالیف شرعیہ، قسمیں، نذریں نیازیں، وعدے اُن سب کی کڑی نگرانی کرنا بے حد ضروری ہے۔[19]

امانات کی جانب کچھ اشارے احادیث مبارکہ سے ملتے ہیں۔ مثلاً فرمان رسولؐ ہے:

"قیامت کے دن بندہ اس وقت تک بارگاہ الٰہی میں کھڑا رہے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری؟ اس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اس نے مال کہاں سے کمایا؟ اس نے اپنا جسم کس کام میں کھپائے رکھا۔[20]

اسی طرح ایک روایت میں یوم قیامت بندے کی حاضری اور اس سے مسئولیت کا تذکرہ کچھ یوں کیا گیا ہے:

"قیامت کے دن ابن آدم کو بکری کے بچے کی مانند [اللہ کے حضور] لایا جائے گا۔ وہ اللہ کے حضور کھڑا ہوگا اللہ اس سے پوچھیں گے "میں نے تجھے عطا کیا تجھے خوب نوازا تجھے مالک بنایا تجھ پر انعام کیا [اس سب مال و متاع سے، انعامات سے، عطاؤں سے] تو نے کیا کیا..."[21]

یعنی اپنی عطا کردہ ہر ایک شے کے بارے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے۔ بعض مقامات پر اس مکالمے میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ تو نے اس سے کیا ثمرات پیدا کیے۔ اللہ رب العزت نے **سخر لکم ما فی الارض جمیعا** کہہ کر اپنی عطاؤں اور انعامات کے دائرے کو ایسی وسعت دے دی جس کا منتہیٰ انسان کی سوچ اور نظر سے اوجھل اور ماوراء ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس سے وہ کسی بھی انداز میں مستفید ہوتا ہے۔ اللہ کی نعمت، اس کی عطا ہے۔ وہ انسان کی رعیت کے ذمرے میں شامل ہے اُس کی بابت وہ مسئول بھی ہے۔ مندرجہ بالا آیات و احادیث کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، ذیل میں معتبر و مستند مصادر و منابع کی روشنی میں ان چند امور کا اجمالی تذکرہ پیش ہے جو اس فرد کی رعیت میں شامل ہیں اور جن کی بابت وہ جوابدہ ہوگا:

1- جسم / صحت

عالم ارواح سے آئی روح کو تفویض شدہ اولین امانت اس کا جسم ہے یہ اس کی سواری ہے جس پر سوار ہو کر وہ زمین پر اپنے قیام کے دوران تمام وظائف ادا کرتی ہے لہٰذا مسلمان کی اولین ذمہ داری اس جسم اور اس میں متحرک روح کی حفاظت، بالیدگی، پاکیزگی اور نمو کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔ اس امر میں ناکام رہنے کی صورت میں باقی امانات اور ذمہ داریوں کی ادائی کا تصور بھی امر محال ہے۔ اسی لیے شریعت نے حفظان صحت پر بہت زور دیا ہے۔ ارشادِ رسول اکرمؐ ہے:

... لجسدک علیک حق ... فاعط کل ذی حق حقه....[22]

اور

و لنفسک علیک حق.... فاعط کل ذی حق حقه....[23]

ان احادیث میں آنجنابؐ نے بہ صراحت حفظان صحت اور اپنے جسم کے تمام حقوق کی ادائی کا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا روح و جسم دونوں کی صحت کے لیے روشن ہوادار مقام پر رہنا، صاف ہوا اور پانی کا اہتمام، متوازن اور سادہ خوراک کا استعمال، جسم، لباس اور مکان و ماحول کی نظافت، محنت کے بعد مناسب آرام، ورزش اور حفظان صحت کے دیگر مسلّمہ اصولوں پر کاربند رہنا مسلمان کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ آپؐ نے المومن القوی خیر من المومن الضعیف[24] فرما کر ہر مسلمان کو حفظان صحت، اپنے جسم کی دیکھ بھال اور اس کی طاقت کی بقا کے لیے کاملاً ذمہ دار ٹھہرا دیا۔ اس فریضے کی احسن طریقے پر انجام دہی کے لیے آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپؐ کے طے کردہ رہنما اصول و قواعد بطور نظام العمل (Framework) موجود ہیں۔ اس نظام العمل کے مطابق درج ذیل امور ملحوظ رہنے چاہییں:

نافع غذا کا استعمال: احادیث مبارکہ میں مومن کو ایسی نافع غذا کے استعمال کی تاکید فرمائی گئی ہے جو جسم کی نشو و نما، طاقت و توانائی، جسمانی کلیوں کی شکست وریخت کی بحالی و مرمت اور تمام وظائف کے درست رہنے میں مدد و معاون ہو۔ آپؐ کا اسوۂ یہی تھا۔ اس ضمن میں آپؐ سے شہد، زیتون، انجیر، تربوز اور متعدد دیگر غذاؤں کے استعمال اور طریقِ استعمال پر ہدایات مروی ہیں مثلاً آپؐ کا تربوز کے ساتھ کھجور کا استعمال اور یہ فرمان کہ "کھجور تربوز کی برودت کو زائل کر دیتی ہے" پوری ذمہ داری اور شعور کے ساتھ نافع غذا کے استعمال پر کافی و شافی دلیل ہے۔

اعتدال و توازن: کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینے کی بھرپور تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: کلوا وا شربوا ولا تسرفوا[25]۔ اس ضمن آپؐ کا یہ فرمان نہایت چشم کشا ہے کہ "مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے"[26] فرمایا: "مومن کے لیے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں"۔[27]

تحرک: جسم کی طاقت کی چابی اس کے تحرک اور ہلچل میں ہے[28] سیرت النبیؐ میں ایسی ورزشوں کی تاکید موجود ہے جو جسمانی طاقت کے بھرپور استعمال اور اس میں اضافے دونوں کی ضامن ہیں مثلاً تیر اندازی، گھڑ سواری، اونٹ سواری، تیراکی، دوڑنا، پہلوانی وغیرہ معاصر کھیلیں باکسنگ، سائکلنگ وغیرہ بھی چونکہ جسم کی مضبوطی میں مدد و معاون ہوتی ہیں بنابریں ان کو بھی معمولات میں شامل رکھنا چاہیے۔ آپؐ خود نہایت قوی اور صحت مند انسان تھے۔[29]

نیند: صحت کی بقا کے لیے نیند بہت ضروری ہے تاہم یہ مفید اسی وقت ہو سکتی ہے اگر نظام کائنات کے عین مطابق ہو یعنی رات میں آرام کیا جائے جسے اللہ نے نیند کے لیے بنایا ہے اور دن میں کام کیا جائے۔

وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا[30]

"اور ہم نے تمھاری نیند کو آرام کا سبب بنایا اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ہے اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنایا"

لہٰذا جلد سونا اور جلد جاگنا صحت کی کلید ہے۔ دوپہر میں قیلولہ کرکے توانائی و چستی کو بحال رکھنے کا حکم دیا گیا۔ فرمانِ رسولؐ ہے **قیلوا فان الشیطین لاتقیل۔**[31]

جسمانی صحت کے لیے ذہنی صحت بہت ضروری ہے۔ ذہنی صحت کی بقا کی ضمانت دنیا و مافیھا کی حقیقت کے ادراک اور اس میں غیر ضروری طور پر الجھنے سے اجتناب میں ہے۔ اسی لیے آپؐ نے ایک جامع دعا سکھا دی: **اللھم لاتجعل الادنیا اکبر ھمنا**[32]۔ پھر دنیا کو مسافر خانہ اور دارالامتحان قرار دے کر بھرپور کوشش و کاوش کے بعد توکل علی اللہ کا سنہرا طریقہ سکھا دیا جو ذہنی سکون و اطمینان کی کنجی ہے۔[33]

2- وقت:

انسان کی رعیّت میں دوسری اہم ترین چیز اس کا وقت، اس کی زندگی یعنی مہلت عمل ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر وقت کی قدر و قیمت، اس کے بیش بہا خزانہ اور امانت الٰہی ہونے کے اشارات ملتے ہیں: مثلاً اللہ تعالیٰ نے وقت کی قسم کھائی ہے:

وَ الْعَصْرِ[34]

وَ الْفَجْرِ ٥ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ ٥[35]

وَ الضُّحٰى[36]

انسان کو اس کرہ ارض پر قیام کے لیے عطا کی گئی زندگی یا مہلت کو اللہ نے اجل مسمی سے موسوم کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَ أَجَلٌ مُّسَمًّى۔۔۔[37] "وہی اللہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقتِ مقررہ معین کیا۔۔۔" پھر اس مدت معینہ کا مقصد بھی بالصراحت بیان کر دیا گیا: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔۔۔[38] "وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائے کہ عمل میں کون بہتر ہے۔۔۔" پھر احادیث رسولؐ میں وقت کی قدر و قیمت اور مسئولیت کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ فرمان رسول اکرمؐ ہے "دو نعمتوں میں اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں صحت اور فراغت"[39] اور "پانچ چیزوں کو پانچ سے قبل غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مال داری کو محتاجی سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے"[40]۔ ابن آدم کے قدم بارگاہ الٰہی سے نہ ہٹنے والی حدیث پہلے نقل کی جا چکی ہے جس میں بتا دیا گیا ہے کہ انسان سے اس کے وقت کی بابت سوال ہوگا۔ بالفاظ محمد حسین آزاد "وقت ایک پیرِ کہن سال کی تصویر ہے اس کے بازوؤں میں پریوں کی طرح پرواز لگے ہوئے ہیں کہ گویا ہوا میں اڑتا چلا جاتا ہے۔ ایک ہاتھ میں شیشۂ ساعت ہے کہ جس سے اہلِ عالم کو اپنے گزرنے کا اندازہ دکھاتا ہے اور ایک ہاتھ میں درانتی ہے کہ لوگوں کی کشتِ امید یا رشتہ عمر کو کاٹتا چلا جاتا ہے یا ظالم و

خونریز ہے کہ اپنے گزرنے میں ذرا رحم نہیں کرتا اس کے سر پر ایک چوٹی بھی رکھی ہے کہ جو دانا ہیں پکڑ کر اسے قابو کر لیتے ہیں لیکن اوروں کے چوٹیاں پیچھے ہوتی ہیں اس کی چوٹی آگے رکھی ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جو وقت گزر گیا وہ قابو میں نہیں آسکتا ہاں جو پیش بین ہیں وہ پہلے سے روک لیں سو روک لیں"[41]۔ اسی لیے شیخ ابوالمظہر یحییٰ[42] فرماتے ہیں: وقت وہ قیمتی ترین شے ہے جس کی حفاظت کا تمھیں ذمہ دار بنایا گیا ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی وہ چیز ہے جو تمھارے پاس نہایت آسانی سے ضائع ہو رہی ہے[43]۔

سو وقت کو مثبت اور ماذون امور میں صرف کرنا فرد کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ وقت کے ضیاع سے بچاؤ اور اس کے بامعنی استعمال کے لیے تنظیم وقت اور ترجیحات کا تعین ضروری ہے۔ مسلمان کی زندگی کی ترجیحات قرآن و سنت میں بوضاحت بیان کر دی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضورؐ نے [مصحف ابراہیم علیہ السلام کے محتویات بیان کرتے ہوئے] فرمایا: "۔۔۔ عقلمند پر واجب ہے کہ اس کی تین گھڑیاں ہوں پہلی گھڑی میں وہ اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہو، دوسری گھڑی میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو۔ ایک ساعت میں وہ اللہ کی کاریگری کے بارے میں سوچتا ہو۔۔۔"[44]۔ ایک اور فرمان رسولؐ ہے: "مومن صرف تین چیزوں کا آرزو مند ہوتا ہے توشۂ آخرت کی فراہمی، معاش کے لیے تگ و دو یا حلال چیزوں سے لطف اندوزی"[45]۔ ان فرامین رسول اکرمؐ کی روشنی میں مسلمان کے وقت کے مصارف یہ ہیں: تعلق مع اللہ کی کوشش و کاوش، تفکر فی الخلق، اپنی صحت کے تحفظ و بقا کے لیے وقت صرف کرنا، وقتاً فوقتاً تازہ دم ہونے کے لیے جائز اور صحت بخش تفریحی سرگرمیاں اختیار کرنا، حقوق العباد کی ادائی، صلہ رحمی، اپنے اہل خانہ کے ساتھ quality time گزرنا، کسب حلال کے لیے سعی و کاوش، معاشرے کے لیے مفید سرگرمیوں میں ہمہ وقت فعال رہنا۔۔۔ **علی ھذاالقیاس**

ترکِ لایعنی: ان ترجیحات کے مطابق عمل کے لیے لازم ہے کہ لایعنی امور کو چھوڑ دیا جائے۔ وقت کے بہترین استعمال کے لیے حدیث مبارکہ میں دیا گیا یہ اصول دنیا و عقبیٰ کے بہت سے خساروں سے بچا لیتا ہے۔ فرمان رسولؐ ہے "**من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ**۔"[46]

اور یہ دعا مانگنے کی تاکید فرمائی:

"۔۔۔**اللھم ارحمنی بترک المعاصی ابدا ما ابقیتنی و ارحمنی ان اتکلف مالا یعنینی**۔۔۔"[47]

لایعنی کی فہرست بہت طویل لیکن سادہ اور عام فہم ہے۔ ہر وہ کام جو نہ دنیا کے لیے مفید ہے نہ اخروی زندگی کے لیے وہ لایعنی ہے۔ بقول امام غزالی "حکومتوں، مذہبوں، تہذیبوں، لوگوں کی عادات و اطوار وغیرہ سے متعلق گفتگو بھی لایعنی میں شمار ہوتی ہے معاصر معمولات کے مطابق سوشل میڈیا پر گھنٹوں وقت ضائع کرنا، ٹی وی، فلمیں، ڈرامے، حد سے زیادہ تفریحی سرگرمیاں وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

تساہل سے احتراز: وقت کے ضیاع کا ایک بڑا سبب سستی اور ضروری معاملات کو مؤخر کرتے رہنا ہے۔ فرمانِ رسول اکرمؐ ہے "۔۔۔ جو چیز تجھے نفع پہنچائے اس کی حرص کر اور عاجز ہو کر نہ بیٹھ جا۔۔۔"[48]۔ اور ہر لمحے کے شعوری استعمال اور فعّالیت پر اس سے زیادہ کیا دلیل دی جاسکتی ہے کہ فرمایا "جب صور پھونکا جا چکا ہو اس وقت تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا ننھا سا پودا ہو اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسے لگا سکتا ہو تو لگا دے"[49]۔ امام ابن الجوزی فرماتے ہیں "انسان دن رات میں 24 ہزار سانسیں لیتا ہے۔ ہر سانس ایک خزانہ ہے تو غور کر اپنے خزانے سے کیا تیار کر رہا ہے"۔[50] جب انسان راعِ یعنی چرواہے کی نظر سے اپنے وقت کو دیکھے گا تو وہ لازماً اہتمام کرے گا کہ اس کا ایک لمحہ بھی کسی غیر ضروری کام میں ضائع نہ ہو۔ جیسے چرواہا اپنے جانور کو بالشت بھر بھی کسی ممنوعہ چراگاہ کی

حدود عبور نہیں کرنے دیتا بالکل ویسے وہ اپنے ہر سانس کی نگرانی کرے گا۔ نتیجتاً وہ بامقصد اور احکامات الٰہیہ کے عین مطابق زندگی بسر کرے گا۔

3- ماحول:

فرد کی رعیت کے دائرہ کار میں آنے والی تیسری اہم ترین چیز اس کا ماحول ہے۔ ماحول کے لغوی معنی درج ذیل ہیں:

حول الشي و حَوْلَي و حَوَال الشئي أو شخص۔۔۔ گرداگرد، آس پاس ماحول یعنی جو کچھ بھی آس پاس ہو[51]۔ بالاختصار ماحول سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کے دائیں بائیں آگے پیچھے اس کے اطراف میں ہے جس کی جانب وہ رخ پھیر سکتا ہے، اسے دیکھ سکتا، اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ وہ اس کا ماحول ہے۔[52] اصطلاحاً اس کی جامع تعریف یوں کی جاتی ہے:

"All the external abiotic and biotic factors, conditions and influences that effect the life development and survival of an organism or a community"

53

گویا ماحول کسی جاندار پر اثرات مرتب کرنے والے خارجی عوامل ہیں خواہ وہ کسی بھی حیثیت سے کریں۔ نیز وہ جاندار بالخصوص انسان بھی اپنے ماحول پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ سو ماحول پوری کائنات کو محیط ہے۔ اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے ماحول کے حوالے سے فرد کی مسئولیت کے دائرے کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جس طرح مذکورہ بالا تمام عوامل و عناصر فرد پر اثر انداز ہوتے ہیں ویسے ہی فرد ان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بنابریں وہ ماحول کی تطہیر اور تحفظ کا ذمہ دار ہے۔

ماحول کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں:

فطری ماحول، انسان ساختہ ماحول، معاشرتی ماحول

1- فطری ماحول کی دو قسمیں ہیں۔ ا: Bioticیعنی جاندار۔ جاندار مثلاً خوردجرثومے، نباتات اور تمام حیوانات بشمول انسان کے شامل ہیں۔

Abiotic غیر جاندار مثلاً توانائی، ارتعاش، درجہ حرارت، پانی، موسم، گیس، ہوا، آگ، قوت کشش، مٹی، بارش، ہوا کی رفتار، نمی وغیرہ۔ اس کی اقسام میں:

- کرہ فضا جو مختلف گیسوں سے مرکب ہے جو جانداروں کے لیے بے حد ضروری ہیں۔
- روشنی جو ہر جاندار کی زندگی پر گہرے اثرات رکھتی ہے۔
- درجہ حرارت جو پیڑ پودوں، جانوروں انسانوں سبھی کے لیے بہت معنویت کا حامل ہے۔
- تیز ہوا: جوذی ارواح کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ بالخصوص پیڑ پودوں کے لیے اور موسموں کے ردوبدل کے لیے۔
- آب / پانی: ہر جاندار کی زندگی کا آغاز پانی سے ہوتا ہے اور اس کے بنا اس کی بقا ناممکن ہے۔
- مٹی: جو تمام جانداروں کے لیے سبب تغذیہ ہے۔

فطری ماحول کے یہ تمام عناصر باہم مربوط ہیں۔ انھی سے زندگی بحال و برقرار رہتی ہے۔

انسان ساختہ ماحول: یعنی انسان کے بنائے ہوئے ماحولیاتی عناصر۔ ان میں تعمیرات، کمپنیاں، صنعتیں، موٹریں، زرعی آلات وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ ایک طویل فہرست ہے ان کو انسان اپنے منصوبے کے تحت وجود بخشتا ہے۔

معاشرتی ماحول: اس میں تہذیبی اصول، بود وباش، گفتار و کردار، نشست وبرخاست۔۔۔ گویا عمرانیات کی جملہ شاخیں شامل ہیں۔ اس کی چند اقسام درج ذیل ہیں:

- معاشی ماحول: یعنی کسب معیشت واقتصاد۔
- مواصلاتی ماحول: اشاعت نظریات وخیالات وآراء کے لیے وضع کردہ تکنیکیں۔
- تعلیمی ماحول: نظام تعلیم، معاشرے پر اس کے اثرات۔
- سیاسی ماحول: ریاست اور اعضائے ریاست اور عوام کے جملہ معاملات سے متعلقہ ماحول۔
- رسم ورواج کا ماحول: خوشی غمی، مختلف مواقع، تہوار وغیرہ کے رسوم ورواج دینی ماحول، متعلقاتِ مذہب

فطری ماحول: یہ کائنات، یہ عالم رنگ وبو انسان کو انواع واقسام کی نعمتوں سے مزّین کرکے عطا کیا گیا ہے اور ان سے بھرپور استفادہ کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ اسے حکم دیا گیا کہ ان مظاہر فطرت پر تفکر کرے اور رب العزت کی عطا کردہ فہم ودانش سے کام لے کر ان سب کے بہترین مصارف تلاش کرے۔ انھیں بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے استعمال کرے۔ ان سے مزید ثمرات پیدا کرے لیکن یہ سب بھی اس کی رعیت میں ہیں۔ لہٰذا وہ ان سے مستفید تو ہو گا لیکن اس معتدل انداز میں کہ نہ حال میں اسراف وضیاع کرے ناں کوئی ایسا عمل کرے کہ ان مظاہر کو مستقبل میں کوئی نقصان پہنچے اور نہ کوئی ایسا اقدام کرے کہ دوسروں کی حق تلفی ہو۔ قرآن وسنت میں مکمل نظام العمل اور قواعد وضوابط موجود ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں برائے ملاحظہ ہو ہیں:

پانی: اللہ رب العزت نے **وجعلنا من الماء کل شی حیی**[54] فرما کر پانی کی اہمیت وضرورت واضح کر دی ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے: تین چیزیں مسلمانوں کی مشترکہ [میراث] ہیں پانی، چراگاہ اور آگ[55]۔ ایک بار آپؐ نے حضرت سعدؓ کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا "سعد یہ کیا اسراف؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں اگرچہ تم جاری نہر پر ہی کیوں نہ وضو کر رہے ہو"[56]

جس طرح آپؐ نے پانی کے اسراف وضیاع سے روکا اسی طرح اس کو آلودہ کرنے کی ممانعت بھی فرمائی۔ فرمایا: "تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے"[57]۔ اسی طرح جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا[58]۔ یعنی کسی بھی ذخیرہ آب کو آلودہ کرنے سے منع فرمایا۔ گویا انفرادی واجتماعی سطح پر حفاظتِ آب کے اہتمام کی سخت تاکید فرمائی اور ہر اس عمل سے روکا جو اس سے متعلقہ حیاتیاتی وسماجی امور میں رکاوٹ کا سبب ہو اسے ناقابل استعمال بنائے یا برباد کر دے۔

مٹی / زمین: مٹی یا زمین جانداروں کی بقا میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔ اللہ نے اسے جانداروں کے لیے رزق رسانی کا ذریعہ بنایا ہے[59]۔ یہی زمین، مٹی، پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں کا مسکن ہے جو تمام جانداروں کے کسی فائدے ہی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ اس زمین کی زرخیزی کو بحال وبرقرار رکھنا لازم ہے۔ اسے بنجر یا زہریلا ہونے سے محفوظ رکھنا اہم فریضہ ہے۔ نیز گھر بنانے، زراعت، کان کنی دیگر امور کی انجام دہی کے لیے غیر مضرت رساں طریق کار اختیار کیا جانا

ہوا / فضاء: ہوا جانداروں کے عمل تنفس کے لیے بے حد ضروری ہے اس کے بغیر چند منٹ بھی زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دیگر مفید امور مثلاً نباتات میں بارآوری، بارش، بادلوں کی ادھر اُدھر منتقلی وغیرہ کے لیے ہوا بے حد ضروری ہے۔ ان سبھی امور کی انجام دہی کے لیے بالخصوص جانداروں کے سانس لے پانے کے لیے ہوا کا مصفیٰ ہونا بے حد ضروری ہے بنابریں اس کو آلودگی سے محفوظ رکھنا انفرادی و اجتماعی سطح پر لازم ہے۔ سو ہر اس عمل سے احتراز کیا جانا چاہیے جو ہوا و فضا کو آلودہ کرے اور جانداروں کے لیے مضرت رساں ہو۔ ارشادِ ربانی ہے: **ولا تقتلوا انفسکم**۔۔[60] اس کے ذیل میں وہ سب امور آجاتے ہیں جو کسی نہ کسی انداز میں مضرت رسائی اور بسا اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتے ہیں مثلاً عام مشاہدے کی بات ہے کہ اکثر لوگ عادتاً راستوں میں تھوکتے رہتے ہیں۔ جس سے ظاہری گندگی و آلودگی تو پیدا ہوتی ہی ہے انواع و اقسام کے جراثیم ہوا میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بے شمار اچھوتی امراض اس مریض کے تھوک سے ہوا میں شامل ہو کر اسی ہوا میں سانس لینے والے دوسرے بے شمار افراد کو اپنا نشانہ بنالیتی ہیں۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا: "ایمان کی ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں اور سب سے ادنیٰ شاخ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے"[61]۔ حضرت معاذؓ بن جبل سے فرمانِ رسولؐ مروی ہے فرمایا "لعنت کے تین مقامات سے بچو: مسافروں کے اترنے کی جگہ، عام راستے میں اور سائے میں قضائے حاجت کرنے سے"[62]۔ اسی طرح حضرت عبد اللہؓ بن عباس سے مروی ہے لعنت فرمایا "لعنت والے تین مقامات سے بچو۔ کسی نے کہا یا رسولؐ اللہ وہ کیا مقامات ہیں؟ فرمایا "جس سائے کو استعمال کیا جاتا ہو اس میں یا راستے میں یا پانی کے گھاٹ میں پیشاب کر دینا"۔[63]

نباتات: نباتات انسان و حیوان دونوں کے عمل تنفس کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ درخت ہی انسان کو آکسیجن فراہم کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے حضرت انسان کے آزاد سہولت سے سانس لے پانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ بنابریں شجر کاری کو اسلامی تعلیمات میں خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ فرمان رسولؐ ہے:

"جس نے کوئی پودا لگایا اور وہ ثمر دار ہوا تو ہر پھل کے بدلے اسے اجر ملے گا"۔[64]

حضرت عمارہ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے میرے والد سے دریافت کیا آپ نے زمین آباد کیوں نہیں کی؟ انھوں نے بڑھاپے کا عذر کیا کہ اب تو چل چلاؤ کا وقت ہے حضرت عمرؓ نے تاکید سے کہا کہ ہر حال میں زمین آباد کرنی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں جس نے خود حضرت عمرؓ کو اس زمین میں اپنے ہاتھ سے پوچے لگاتے دیکھا ہے۔[65]

نباتات کے وجود کی اہمیت ہی کے پیش نظر آپؐ نے جنگی حالات میں بھی بلا عذر و ضرورت شجر کاٹنے سے منع فرمایا اور مفتوحہ علاقوں کے کسی درخت کو کاٹنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

حیوانات: جانور اسی فطری ماحول کا ایک حصہ ہیں۔ جو نہ صرف انسانوں اور نباتات کے لیے مفید ہیں بلکہ کائنات کی خوبصورتی میں افسانے کا باعث ہیں یہ زمین کو زرخیز بناتے ہیں۔ غذا، اون، چمڑے اور دودھ کا ذریعہ ہیں۔ ہم ان سے باربرداری کا کام بھی لیتے ہیں۔ ان کے اور بھی کئی فوائد ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ بلاوجہ جانوروں کا قتل ممنوع ہے انھیں اذیت دینا یا پریشان کرنا گناہ ہے۔ اس ضمن میں احادیث سے متعدد مثالیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً صحابہ کا چڑیا کے گھونسلے سے انڈے نکال لینے کا واقعہ یا پھر اونٹنی اور اس کے بچے کو جدا جدا رکھنے کا واقعہ ہی دیکھ لیں۔

ماحولیات سے متعلق اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہی سامنے آتا ہے کہ ارض و سماء کے مابین جو کچھ بھی ہے انسان کے فائدے، اس کی جمالیاتی حس و ذوق کی تسکین اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے لیکن اس کے ذرّہ ذرّہ انسان کے لیے امانت ہے

وہ اس امر کا پابند ہے کہ یہ کائنات اسے جیسی ملی اُس سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ مثلاً اللہ کے عطا کردہ فہم و فراست سے ایسی تکنیکیں نکالے کہ زمین اور زرخیز ہو جائے۔ نباتات کی کثرت ہو تا کہ فضا صاف ستھری ہو۔ اس امر کا اہتمام کرے کہ ہوا کو کثافت و آلودگی سے بچایا جاسکے اور آئندہ نسلیں ایک بہتر ماحول میں پروان چڑھیں۔ شکار کے شوق کے نام پر کمیاب جانوروں کو روئے زمین سے بالکل معدوم کر دینا تفریح نہیں جرم ہے لیکن موجودہ حالات پر ایک طائرانہ مظہر ہی اس شہادت کے لیے کافی وشافی ہے کہ ہم سب اس کائنات کے مجرم ہیں اور بلاشبہ اس کو راعِ کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اس وقت مختلف ذرائع سے آلودگی و کثافت پھیل رہی ہے مثلاً آبی آلودگی، ہوائی آلودگی، شعاعی آلودگی، صوتی آلودگی، وغیرہ۔ ان سب نے مل کر انسان تو انسان جانوروں تک کا جینا محال کر دیا ہے۔ ہر ترقیاتی منصوبہ کسی نہ کسی صورت میں ماحولیات آلودگی کا سبب بن رہا ہے۔ صنعتی انقلاب کے بعد 1750ء سے اب تک زمین کے اوسط درجہ حرارت میں 5-1 ڈگری فارن ہائیٹ کا اضافہ ہوا ہے[66]۔ حالیہ صدی کے اختتام تک اس میں مزید اضافہ متوقع ہے۔ جو انتہائی تشویش ناک صورت حال ہے۔ اس موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے گلیشیرز پگھلنے شروع ہوگئے ہیں۔ سطح سمندر میں اضافہ ہورہا ہے جس کی وجہ سے ساحلی علاقے زیر آب آنے کا خطرہ ہے موسمی تبدیلی کی وجہ سے مجبوراً ہجرت، صحت کے مسائل، خوراک کے مسائل، جنگلی حیات کا ناپید ہونا، صاف پانی کی قلت، معاشی مسائل اور دیگر مسائل بھی جنم لے رہے ہیں۔

گلوبل وارمنگ کی موجب گرین ہاؤس گیسز ہیں جو فضا میں مختلف ذرائع سے شامل ہو رہی ہیں۔ اس کا بڑا ماخذ نامیاتی ایندھن (تیل، گیس، کوئلہ) ذرائع آمدورفت اور صنعتی پیداوار کے لیے جلانا ہے۔ نیز سیمنٹ کی پیداوار اور دیگر صنعتی پیداوار کے نتیجے میں خارج ہونے والی گیسیں فضاء کو آلودہ کر رہی ہیں۔ انسانی سرگرمیوں کے سبب لگ بھگ 40ارب ٹن گرین ہاؤس گیس سالانہ بنیادوں پر فضا میں پھیل رہی ہے[67]۔ دوسری جانب درخت جو کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے اور ماحول کو خوش گوار بناتے ہیں ان کا بے دریغ کٹاؤ، آبادی میں بسرعت اضافہ، سرسبز علاقوں کو ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور پلازوں کے نام پر پختہ سڑکوں اور عمارتوں میں بدلنا موسمی تبدیلیوں کا سبب بن رہے ہیں۔ **ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس**[68] کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ موسم کی ابتری وناہمواری، درجہ حرارت میں کمی بیشی، خشک سالی، طوفان، سیلاب، قدرتی آفات متعدد انسانی عوامل کا ہی ثمرہ ہیں۔ جنھوں نے خود انسان ہی کی بقاء کو معرضِ خطر میں لا کھڑا کیا ہے۔ WHO کے مطابق ہر سال لگ بھگ 70 لاکھ افراد کسی نہ کسی طور پر ہوائی آلودگی سے متاثر ہو کے لقمۂ اجل بن جاتے ہیں لہٰذا اپنے ماحول کی تطہیر کا اہتمام اور اس میں بہتری لانے کی کوشش آسمان کے اہم فرائض میں ہے۔

بحیثیت مجموعی ایک انسان کا ماحول یعنی اس کے دائیں بائیں کی ہر چیز امانت ہے اور اس کی تطہیر اور بقا انسان کے ذمے ہے۔ خواہ یہ فطری ماحول ہو، معاشرتی یا پھر انسان ساختہ۔ مثلاً ایک شخص ایک جھوٹ گھڑتا ہے یا پھر کہیں سے سنتا ہے اور اس کی خوب نشر و اشاعت کرتا ہے تو یہ معاشرتی ماحول کا بگاڑ ہے۔ جس کی تمام تر ذمہ داری اس شخص پر ہے سو تفریح کے نام پر دوسروں کا تمسخر واستہزاء اور پردہ دری، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانا اور بلا تصدیق بہت سے لوگوں کا SHARE کرتے چلے جانا۔۔ ایک آج کل جاری و ساری مذموم سلسلہ مسئولیت کے دائرے میں آتا ہے۔ حلال ذرائع کسب معیشت کے بجائے حرام ذرائع اختیار کر کے خوب مالا مال ہو جانا اور پھر نمائش کر کے دوسروں کے لیے بھی مال بنانے کی خواہش کا محرک بننا بھی مسئولیت کے ذمرے میں آتا ہے۔ اگر فرد بطور "راع" اپنے اطراف و اکناف کی ہر شے کی نگہبانی کرے اور ذرے ذرے کے تصورِ امانت کا اسے استحضار ہو تو اس کا رویہ، اس کا انداز و رویہ اس رویّے سے یکسر مختلف ہو گا جس کا مظاہرہ ہم آج کل کرتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ المختصر معاشرتی ماحول، خواہ ہم اسے مواصلات،

سیاسیات و اقتصادیات، ابلاغیات، گویا کسی بھی پہلو سے کسی بھی تناظر میں دیکھیں، اس کی بہترین تشکیل آپؐ کے صرف ایک فرمان مبارک پر کامل عمل سے ہی ممکن ہے یعنی "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں"[69]۔ لہٰذا "ماحول" کے دائرے میں آنے والے جملہ امور و عناصر انسان کی رعیّت میں شامل ہیں اور وہ ان کی تطہیر، تحفظ اور ان میں بہتری کے اقدامات کا پابند ہے۔

4-عہدے، وسائل، اثر و رسوخ:

ملک کے صدر اور وزیر اعظم، وزراء، رؤسا، حکام، کاروباری افراد، کلرک، ملازم اساتذہ، مدرسین، مہتممین مدارس، خاکروب، بھٹوں پر کام کرنے والے مزدور گویا ہر شخص جس کے ذمے کچھ کام لگایا گیا ہے وہ راع ہے۔ اپنی ذمہ داری کی بطریق احسن امانت تصور کرتے ہوئے تکمیل کا پابند ہے ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ خیانت کا مرتکب ہو گا۔ حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ سے کسی عہدے (امارت) کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا "اے ابوذر تو کمزور ہے اور بلاشبہ یہ (امارت) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی و شرمندگی ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حقوق پورے کیے اور اس سلسلے میں جو ذمہ داریاں اس پر عائد تھیں ان کو پورا کیا"[70]۔ اس ضمن میں فرامین رسولؐ میں سخت وعید ملتی ہے مثلاً:

"اگر کوئی شخص مسلمانوں میں سے کچھ کا والی بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملے میں خیانت کی اور اسی حالت میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے"۔[71]

"جب اللہ کسی بندے کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا"۔[72]

یہاں خیانت اور حفاظت نہ کرنا عمیق مفہوم و معانی کی حامل اصطلاحات ہیں۔ جس کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً

1- حقوق جو واجب الادا تھے پورے نہیں کیے۔
2- رعایا کے جو کام ذمے تھے وہ نہیں کیے۔
3- جتنا وقت کسی خاص کام کی تکمیل کے لیے ہی مخصوص تھا اسے کسی اور کام میں لگا دیا اور اصل کام کا حق ادا نہ کیا۔
4- متعلقہ شعبے کے اشیاء و اموال جو عوام کا سرمایہ تھے، کا بے جا اور غیر ضروری استعمال کیا۔
5- تنخواہ سے زیادہ (کسی بھی صورت) لے لیا۔ فرمان رسولؐ ہے "جس کو ہم کسی کام کا عامل بنائیں اور اس کی کچھ تنخواہ مقرر کر دیں پھر وہ اپنے مقررہ حصے سے زائد جو بھی لے گا وہ خیانت ہے"۔[73]
6- سیاسی عہدے جو وعدے کر کر کے لیے جاتے ہیں، ان میں خیانت بھی آ جاتی ہے اور وعدہ خلافی بھی۔

ایک ذی رسوخ و بااختیار شخص جو دیگر افراد کو عہدے اور مناصب تفویض کر سکتا ہے اس کا نااہلوں کو، کسی منفعتِ ذاتی یا پھر سفارش یا ذاتی تعلقات کے سبب، عہدوں پر تعینات کرنا یہ عمل نہ صرف گناہ ہے بلکہ دنیاوی نظام کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ مستحقین اور باصلاحیت افراد کے بجائے ناکارہ اور نااہل لوگ عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں جو متعلقہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لائق نہیں ہوتے لہٰذا سارا معاشرہ اذیت میں مبتلا رہتا ہے۔ ہم سبھی اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اس پر تفصیل کی

چنداں احتیاج نہیں۔ اسی لیے نبی اکرمؐ نے فرمایا "جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کو سپرد کر دی گئی جو ان کے اہل اور قابل نہیں تو قیامت کا انتظار کرو"۔ [74]

7- اپنے پیشہ ورانہ امور سے متعلق معلومات بھی امانت ہوئی ہیں ان کی نشر و اشاعت بھی خیانت ہے۔

8- اپنے عہدے یا منصب سے متعلق صحیح مشورہ نہ دینا بھی خیانت ہے۔

چنانچہ جو شخص جس عہدے پر بھی ہے جس کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس میں اپنے فرائض کی ادائی کے ساتھ ساتھ مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے وسائل میں اضافے کا ممکنہ مسائل کے سدّباب، ان سے بچاؤ کے لیے اقدامات اور ان کے حقیقت کا روپ دھار لینے کی صورت میں حل کے لیے ہر ممکنہ کوشش جو آج کی جا سکتی ہو، کرنے کا پابند ہے۔ ایک راعی سے یہی تقاضا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق کا ایک شہر میں چار ہزار گھرانے بس جانے کے بعد نیا شہر بسانے اور اسی شہر پر مزید بوجھ نہ ڈالنے کا حکم اور معمول اس دوراندیشی کا بہترین مظہر و مثال ہے جو ایک بااختیار شخص کا خاصّہ ہونی چاہیے اور جو ہر مومن سے اس کی رعیت کے پیشِ نظر مطلوب و مقصود ہے۔

5- علم و دانش فہم و فراست:

علم و دانش، فہم و فراست اللہ کی عطائے خاص ہیں۔ گذشتہ صفحات میں نقل کردہ حدیث کے مطابق اس کی بابت بھی انسان مسئول ہے۔ علم کی مسئولیت کے مختلف مدارج ہیں۔ سہولت کے لیے ان کو بالترتیب یوں دیکھا جا سکتا ہے:

اولین وحی اقرا باسمک الذی خلق [75] علم کی اہمیت پر دلالت کے لیے کافی وشافی ہے۔ آپؐ نے طلب العلم فریضۃ علی کا مسلم و مسلمہ [76] فرما کر اس پر مزید مہر تصدیق ثبت کر دی۔ لہٰذا تحصیل علم ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے۔ آپؐ نے علم نافع کے حصول کے لیے اللہ کے حضور دست بدعا ہونے کی تلقین فرمائی۔ عہد حاضر میں معلومات کا ایک سیل رواں موجود ہے لیکن وہ سارا قابل تحصیل نہیں ہے۔ مومن کا فریضہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی عقل و دانش سے طے کرے کہ اس کے لیے علم نافع کون سا ہے۔ علم نافع سے مراد وہ علم ہے جو قرآن وسنت کے عین مطابق ایک فعّال زندگی گزارنے میں مدد و معاون بلکہ اس کی ضمانت ہو۔ وہ صرف ایسے علم کے حصول کے لیے اپنا وقت اور محنت صرف کرے۔ لایعنی کاموں میں اشتغال سے اجتناب کرے۔ علم نافع کی بابت قرآن وسنت سے واضح رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کی حدود اور ذرائع بالتفصیل بیان فرمائے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ اولم یتفکروا کہہ کر انسان کی توجہ تفکر و تدبر فی الخلق کی جانب مبذول کراتے ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِی مَدَّ الاَرضَ وَ جَعَلَ فِیهَا رَوَاسِیَ وَ اَنهٰرًا وَ مِن کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیهَا زَوجَینِ اثنَینِ یُغشِی الَّیلَ النَّهَارَ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّتَفَکَّرُونَO وَ فِی الاَرضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّن اَعنَابٍ وَّ زَرعٌ وَّ نَخِیلٌ صِنوَانٌ وَّ غَیرُ صِنوَانٍ یُّسقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعضَهَا عَلٰی بَعضٍ فِی الاُکُلِ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّعقِلُونَ [77]

... اللہ تعالیٰ متعدد مقامات پر اَلَم تَرَ فرما کے اپنی تخلیق پر غور و فکر اور تدبر کی ترغیب دلاتے ہیں مثلاً

اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزجِی سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَینَهٗ ثُمَّ یَجعَلُهٗ رُکَامًا فَتَرَی الوَدقَ یَخرُجُ مِن خِلٰلِهٖ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِیهَا مِن بَرَدٍ فَیُصِیبُ بِهٖ مَن یَّشَآءُ وَ یَصرِفُهٗ عَن مَّن یَّشَآءُ یَکَادُ سَنَا بَرقِهٖ یَذهَبُ بِالاَبصَارِO یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیلَ وَ النَّهَارَ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبرَةً لِّاُولِی الاَبصَارِ [78]

پھر اپنے نفس پر اپنی تخلیق پر غور و فکر کی ترغیب دلاتے ہیں:

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ [79]

قرآن کریم میں تخلیق انسان کے مختلف مدارج اور اس کے خصائص اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں [80]۔ گویا قرآن ترغیب دلاتا ہے کہ انسان اپنے نفس پر، اس کائنات کے ذرے ذرے پر غور وخوض کرے اس میں پوشیدہ اسرار اور پنہاں حکمتیں تلاش کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [81]

تو انسان تفکر کرکے اس کائنات کی ہر شے کا، جو اس کے لیے مسخر کی گئی ہے، مصرف نکالے کہ اسے بہترین طریقے پر کس طرح اور کس مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ازاں بعد وہ ان مظاہر و موجودات کو بنی نوع انسان اور دیگر جانداروں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرپانے کی صلاحیت پر عبور حاصل کرے۔ اور پھر یہ بھی ملحوظ رکھے کہ جب وہ اس کائنات کو چھوڑ کے جارہا ہو تو اس سے بہتر حالت میں چھوڑے جس میں وہ اسے ملی تھی۔

انسان کا جسم اس کی رعیّت میں آنے والی اولین چیز ہے تو اس کو صحت مند اور قوی ہونا چاہیے۔ سو ہر شخص کو اپنی ذات کی حد تک بنیادی سطح پر علم الابدان کی شُدبُد ہونی چاہیے۔ تبھی وہ اس جسم کا خیال رکھ سکتا ہے۔ نیز غذا کے خصائص، مزاج اور امتزاج کا علم بھی ہونا چاہیے مثلاً آپؐ کے طرزِ زندگی سے رجوع کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ تربوز کے ساتھ کھجور استعمال فرماتے تھے کہ کھجور تربوز کی برودت کا خاتمہ کرتی ہے [82]۔ اسی طرح بیماری کی حالت میں فرمایا "اللہ کے بندو علاج کرایا کرو" [83]علاج کرانے کے لیے ادویہ سازی ضروری ہے اور اس کے لیے علم نباتات پر، اشیاء کے خواص پر عبور یا مثلاً تفکر فی الخلق اور تحقیق کے نتیجے میں انسان کے علم میں یہ بات آئی کہ زیرزمین آبی ذخائر اختتام پذیر ہیں۔ اس علم سے نفع اندوزی کی صورت یہ ہوئی کہ اوّلاً انفرادی سطح پر پانی کے ضیاع کا سدباب کیا جائے۔ ثانیاً اس شعور و آگہی کو عام کرنے کی کوشش کی جائے کہ روئے زمین پر موجود ہر شخص احتیاط سے پانی استعمال کرے تاکہ آئندہ نسلوں کو خوف ناک بحران سے بچایا جاسکے۔ ثالثاً اس بتدریج کم ہوتی سطح آب کو بلند کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ مثلاً دھڑا دھڑ کنکریٹ سڑکیں بنانے کے رجحان کی حوصلہ شکنی، کھیت کھلیان ختم کرکے ہاؤسنگ سوسائٹیاں بنانے کے سلسلے کا خاتمہ۔

اگلے درجے پر آئیں تو بحیثیت عبداللہ، بحیثیت امتی ہر مسلمان ابلاغ دین کا ذمہ دار اور پابند ہے۔ آپؐ نے بلغو اعنی و لو آیۃ [84]فرماکر ہر مسلمان کو داعی ٹھہرایا۔ اب ہر مسلمان پابند ہے کہ اقامت دین و فروغ دین کے لیے ہر محاذ پر کام کرے۔ اس کے لوازم میں سے ہے کہ اسے خود اساسیات دین کا علم ہو۔ وہ باعمل مسلم ہو اور قلعۂ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرسکے۔ اتنی بصیرت کا حامل ہو کہ اپنی اولاد اور امت مسلمہ کی نسل نو کو تعلیم کے نام پر الحاد و ارتداد کی وادیٔ ضلالت میں گمراہ ہونے سے بچاسکے۔ اس کے لیے پیش اقدامی (PROACTIVENESS) سے کام لے سکے۔ اسے علم ہو کہ دین کے مقابل کون کون سے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں مثلاً الحاد، ارتداد، استشراق۔۔۔ پھر جہاد کا جذبہ اور شوقِ شہادت بھی ہر مسلمان پر لازم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ فنونِ حرب کی اساسیات و مبادیات سے واقف ہو۔ اسی لیے آپؐ نے تیر اندازی اور گھڑسواری سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے [85]۔ اور امت کا ایک معتدبہ حصہ ایک جماعت اس فن میں طاق و مستعد ہو اپنے زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق سامان حرب اور جدید تکنیکوں سے لیس ہو۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جو لوگ راعی بن کے رہے ان کا طرزِ عمل ایسا ہی تھا۔ مثلاً سلطان صلاح الدین ایوبی پر عیسائیوں کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملے کچھ ہی دیر بعد وہ اپنی طرف پھینکے گئے تیروں اور اپنی فوج کے تیروں کا موازنہ کرتے پائے گئے۔ [86]

اختتامیہ:

گذشتہ صفحات میں پیش کردہ معروضات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ "راع" ایک وسیع اصطلاح بلکہ لقب ہے جو آپؐ نے ہر امتی کو عطا کیا یا پھر یہ ایک ذمہ داری ہے جو آپؐ نے ہر امتی کو سونپی، اور یہ فرد کی زندگی کے ہر ہر گوشے کو محیط ہے۔ وہ روئے زمین پر اپنے زیرِ استعمال ہر شے کی بابت مسئول ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ایک طویل حدیث فرمانِ رسولؐ ہے تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور اپنی رعیت کی بابت جوابدہ ہے... تو [پوچھے جانے والے] سوالات کے جوابات کے لیے تیاری کرو۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ان کے جواب کیا ہوں گے؟ فرمایا "اعمال صالح"[87] لہٰذا اس کی ذمہ داری ہے کہ اس دنیا میں اپنے عارضی قیام کے دوران یہاں ملنے والی ہر شے سے بہترین انداز میں لطف اندوز ہو کفرانِ نعمت نہ کرے تاہم ہر شے کو امانت سمجھتے ہوئے اس کا تحفظ کر کے اسے ہر قسم کی آلودگی سے بچائے اسے خوب تر کرنے اس میں نکھار لانے کی بھرپور کوشش کرے۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہر شے جسے ایک فرد نے برتا جب وہ اسے چھوڑ کے جائے تو وہ پہلے سے بہتر حالت میں ہو کم از کم وہ اس کے لیے شعوری طور پر کوشش ضرور کرے۔ یہی ایک "راع" سے مطلوب و مقصود ہے۔

---

1 المومنون:8

1- al-Mominoon: 8

2 بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، جامع الصحیح، مشمولہ موسوعہ الکتب الستۃ(ریاض دارالسلام2000ء)، ح:5188

2- Bukhari Muhammad bin Ismail, Jami‘ as-Sahih, in Mausua alkutub as-Sitta, (Riyadh, Daras-Slam 2000), H: 5188

3 الھیثمی علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (بیروت، دارالکتب العلمیہ، طبع اوّل2001ء)، رقم9049

ح: 9114

3- al-Hathami ‘Ali bin abiBakr, Majma az-Zawaid, (Beirut, Dar al-Kutub al-Ilmiyah, 2001), H: 904

4 بخاری ابوعبداللہ محمد اسمٰعیل، الجامع الصحیح، مشمولہ موسوعہ الکتب الستۃ(دارالسلام ریاض) طبع اول2000، ح:893

4- Bukhari Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, al-Jami‘ as-Sahih, in Mawsua al-Kutub as-Sitta, (Riyadh, Dar as-Salam, 1st ed. 2000), H: 893

5 ابن حبّان، محمد التمیمی، صحیح ابن حبان، (بیروت، دار ابن حزم، طبع اول2012ء)، رقم2848

5- Ibn Habban, Muhammad at-Tamimi, Sahih Ibn Habban, (Beirut, Dar Ibn Hazm, 1st. ed. 2012), H: 2848

6 بخاری، جامع، حکام، رقم7150

6- Bukhari, Jami‘, H: 7150

7 ابن منظور محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت دار صادر، س ن)، ج:14، ص325

7- Ibn Manzoor, Muhammad bin Mukkarram, Lisan al-‘Arab, (Beirut, Dar Sadir, n.d.), v: 14, p: 325

8 آلوسی شہاب الدین سید محمود، روح المعانی،(بیروت دارالکتب العلمیۃ،1994ء)،ج:9،ص268

8- Aloosi Shahab ud-Din Syed Mehmud, Rooh ul-Maani, (Berrut Dar al-Kutub al-Ilmiyah 1994), v: 9, p: 268

9 الزبیدی، محمد مرتضٰی الحسینی، تاج العروس،(کویت، م ن، طبع اول 2001ء)، ج:16، ص 165 وبطرس البستانی، محیط المحیط،(بیروت مکتبہ لبنان، طبع جدید،1987ء)،بذیل مادہ۔

9- Az-Zabidi, Muhammad Murtaza al-Husaini, Taj al-‘Urooz, (Kuwait, 1st. ed. 2001), v: 16, p: 165; Butras al-Bustani, Muhit al-Muhit, (Beirut, Maktaba Lubnaan, 1987), S.V.

10 ابن منظور، لسان العرب، ج:16، ص325

10- Ibn Manzoor, Lisan al-‘Arab, v: 16, p: 325

11 طٰہٰ:54

11- Taha: 54

12 النّٰزعٰت:31

12- An-Nazi‘aat: 31

13 الاعلیٰ:4

13- Al-‘Alaa: 4

14 الحدید:27

14- Al-Hadeed: 27

15 المومنون:8

15- al-Mominoon: 8

16 مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن،(لاہور، ادارہ ترجمان القرآن،2008ء)، ج:4، ص:

16- Maudoodi abu al-‘Ala, Tafheem al-Qur’an, (Lahore Idara Tarjuman al-Qur’an 2008), v: 4, p:

17 دیکھیے مثلاً: ابوالسعود محمد بن محمد، تفسیر ابی السعود،(بیروت داراحیاء التراث العربی، س ن)، ج:6، ص125

17- For example, see: Abu as-Saood, Tafseer abi as-Saood, (Beirut Dar Ihya at-Turath al-‘Arabi), v: 6, p: 125

18 قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن،(بیروت، مؤسسۃ الرسالہ،2006ء)، ج:15، ص:15

18- Qurtubi abu Abdullah Muhammad bin Ahmed, al-Jami‘ li-ahkam al-Qur’an, (Beirut Muassassa ar-Risala 2006), v: 15, p: 15

19 الخازن علاء الدین علی بن محمد، تفسیر الخازن،(بیروت، دارالکتب العلمیہ،2004ء)، ج:۳، ص:268

19- Khazin ‘Ala ad-Din ‘Ali bin Ahmed, Tafseer al-Khazin, (Beirut, Dar al-Kutub al-‘Ilmiyah, 2004), v: 3, p: 268

20 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، الجامع الصحیح، مشمولہ موسوعہ الکتب الستہ (ریاض دار السلام، 2000ء)، رقم 2416

20- Tirmidhi Abu ‘Isa Muhammad bin Sura al-Jami‘ as-Sahih, in Mausua al-Kutub as-Sitta (Riyadh Dar as-Salam, 2000), H: 2416

21 ترمذی، جامع، رقم: 2427

21- Ibid, H: 2427

22 متقی الهندی علی بن حسام الدین، کنز العمال فی السنن والاقوال، (مؤسسہ الرسالہ بیروت، طبع پنجم، 1985ء)، رقم: 44158

22- Mattaqqi al-Hindi ‘Ali bin Husam ad-Din, Kanz al-‘Umal, Beirut, Muassassa ar-Risala 1985), H: 5403

23 ایضاً

23- Ibid

24 ترمذی، جامع الصحیح، ح: 2304

24- Tirmidhi, *Jami‘*, H: 2304

25 ابن قیم، الطب النبوی، ص: 171

25- Ibn Qayyim, Tibb an-Nabawi, P: 171

26 بخاری، جامع، رقم: 2380

26- Bukhari, Jami‘, H: 2380

27 متقی الهندی، کنز العمال، رقم: 44029

27- Muttaqi al-Hindi, Kanz, H: 44029

28 ابن قیم، الطب النبوی، ص: 192-195

28- Ibn Qayyim, at-Tibb an-Nabawi, p: 192-195

29 دیکھیے راقم کا مقالہ بعنوان "حفظان صحت کی اہمیت و فرضیت (سیرت النبی کی روشنی میں)، در المیزان (اسلام آباد، المیزان اسلامک ریسرچ بورڈ 2021) ج: 3، شمارہ: 2

29- See my article “Importance of Health care in the light of Seerah” in al-Meezan, 2021 (Islamabad al-Meezan Islamic Research Board) v: 3, p: 2

30 النباء: 10

30- An-Naba: 10

31 متقی الهندی، کنز العمال، رقم: 21477

31- Muttaqi, Kanz, H: 21477

32 ترمذی، جامع، رقم: 3502

32- Tirmidhi, Jami‘, H: 3502

33 حفظان صحت سے متعلق تفصیل کے لیے دیکھیے راقم السطور کا مقالہ "حفظان صحت" در المیزان، جولائی۔ دسمبر 2021ء

33- See my article "Importance of Health care in the light of Seerah" in al-Meezan, 2021

34 العصر:1

34- Al-'Asr: 1

35 الفجر:1-2

35- Al-Fajr: 1-2

36 الضحیٰ:1

36- Az-Zuha: 1

37 الانعام:2

37- Al-An'am: 2

38 الملک:2

38- Al-Mulk:2

39 ترمذی، جامع الصحیح، رقم:2304

39- Tirmidhi, Jami', H: 2309

40 الالبانی محمد ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ، (دمشق، المکتبہ الاسلامی، طبع دوم، 1988ء)، رقم:1400

40- Al bani Nasir ad-Din, Sahih al-Jami' as-Saghir wa zayadatih, (Damashq, al-Maktaba al-Islami, 2nd ed. 1988), H: 1400

41 حسین آزاد، نیرنگ خیال، (نئی دلی، مکتبہ جامعہ 1970ء)، ص:24

41- Husain Azad, Nairang-e-Khayal, (New Dehli, Maktaba Jami'a, 1970), p: 24

42 امام ابن الجوزیؒ کے استاد و مرشد

42- Mentor of Imam Ibn al-Jawzi

43 ابن عماد شہاب الدین عبد الحیٔ بن احمد، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، (بیروت، دار ابن کثیر، 1989ء)، ج: 6، ص195

43- Ibn 'Imad Shahab ad-Din Abd al-Hayyi, Shadharat az-Zahab fi Akhbar man Zahab, (Beirut Dar Ibn Katheer, 1989), v: 6, p: 195

44 متقی الھندی، کنز العمال، رقم:44158

44- Muttaqi al-Hindi, Kanz, H: 44158

45 ایضاً

45- Ibid.

46 ترمذی، جامع، رقم:2317

46- Tirmidhi, Jami‘, H: 2317

47 ایضاً، رقم:3570

47- Ibid, H: 3570

48 مسلم، جامع، رقم:2664

48- Muslim, Jami‘, H: 2664

49 الالبانی محمد ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (ریاض مکتبہ معارف للنشر والتوزیع، س ن)، رقم:1228

49- al-Albani, Silsila ahadeeth as-Sahiha, (Riyadh, Makaba Maarif, n.d.), H: 1228

50 ابن الجوزی عبد الرحمن، حفظ العمر، (دار البشائر الاسلامیہ بیروت، طبع اوّل 2004)، ص 63

50-

51 الزبیدی محمد مرتضیٰ الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، بذیل مادہ؛ ابن منظور محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، س ن، بذیل مادہ "ح ول"

51-

52 الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، (دمشق، دار القلم، طبع چہارم، 2009ء)، بذیل مادہ "ح ول"

52- Al-Isfahani, Mufridat alfaz al-Qur’an, (Damashq, Dar al-Qalam, 2009), S.V.

53 - Chris Park, *Dictionary of Environment and Conservation*, Oxford Press, 2007, p: 149

54 الانبیاء:30

54- al-Anbiya: 30

55 ابن ماجہ، سنن، رقم:2472

55- Ibn Majah, Sunan, H: 2472

56 الالبانی ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، رقم:2421

56- Al-albani, Sisila Sahiha, H: 2421

57 بخاری، جامع، رقم:239

57- Bukhari, Jami‘, H: 239

58 مسلم، جامع، رقم:282

58- Muslim, Jami‘, H: 282

59 الانعام:99

59- al-An‘am: 99

60 النساء:29

60- an-Nisa: 29

61 مسلم، جامع، رقم:35

Muslim, Jami‘, H: 35 61-

62 ابوداؤد، سنن: رقم:26

Abu Daood, Sunan, H: 26 62-

63 احمد، مسند، رقم:2767

Ahmed, Musnad, H: 2767 63-

64 بخاری، جامع، رقم:6012

Bukhari, Jami‘, H: 6012 64-

متقی ہندی نے کنزالعمال میں باب فضل الزرع کے تحت متعدد روایات نقل کی ہیں۔

65 متقی الہندی، کنزالعمال، رقم:9136

Muttaqi, Kanz, H: 9136 65-

66 Climate Change 2014 Synthese Report Summary For Policy makers, Inter governmental panel on climate change, 2014, p: 47.

67 Michellen Melton, Serah Ladishaw, Climate: An Introduction to climate Change, (CSIS, 2015), p: 2

68 الروم:41

ar-Room: 41 68-

69 بخاری: جامع، رقم:69

Bukhari, Jami‘, H: 69 69-

70 مسلم، جامع، رقم:1825

Muslim, Jami‘, H: 1825 70-

71 بخاری، جامع، رقم:7151

Bukhari, Jami‘, H: 7151 71-

72 بخاری، جامع، رقم:7150

Ibid, H: 7150 72-

73 ابوداؤد، سنن، رقم:2943

Abu Daood, Sunan, H: 2943 73-

74 بخاری، جامع، رقم:6496

Bukhari, Jami‘, H: 6496 74-

75 العلق:1

al-‘Alaq: 1 75-

76 ابن ماجہ، سنن، رقم:224

Ibn Majah, Sunan, H: 224 76-

77 الرعد:3-4

ar-Raad: 3-4 77-

78 النور:43-44

an-Noor: 43-44 78-

79 الذٰریات:21

az-Zariyat: 21 79-

80 الحجر:26

al-Hijr: 26 80-

81 الجاثیہ:13

al-Jathiya: 13 81-

82 مسلم، جامع، رقم:2664

Muslim, Jami‘, H: 2664 82-

83 احمد، مسند، رقم:18455

Ahmed, Musnad, H: 18455 83-

84 بخاری، جامع، رقم:3461

Bukhari, Jami‘, H: 3461 84-

85 احمد، مسند، رقم:17300

Ahmed, Musnad, H: 17300 85-

86 التمش، داستان ایمان فروشوں کی، (لاہور، حکایت پبلشرز،2019)، ج:۱، ص:۳۹

86- al-Tamash, Dastan Iman Farohon Ki, (Lahore, Hikayat Publishers, 2019), v: 1, p: 39

87 الھیثمی، مجمع، رقم:9047

al-Haithmi, *Majm*, H: 9047 87-